امام زمانؑ اور مہدویت کا نظریہ

عماد العلماء علامہ سید علی محمد نقوی صاحب

۲۶۰ھ مطابق ۸۰۳ء امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد مشیت خداوندی نے بارہویں امام حضرت مہدیؑ کو پردۂ غیبت میں روپوش کردیا تاکہ مشعل بردار نور، ظلمت کی طاقتوں کی یورش سے محفوظ رہے۔

غیبت امام کے زمانہ کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ دورِ غیبت صغریٰ جس کی وسعت ۲۶۰ھ مطابق ۸۷۳ء سے ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء تک ہے اور دور غیبت کبریٰ جو ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ غیبت صغریٰ کے دوران امام اپنے نائبوں کے ذریعہ (نائبین اربعہ) اپنے پیروؤں سے رابطہ رکھتے تھے مگر اس کے بعد سے یہ ظاہری رابطہ منقطع ہوگیا اور امام مکمل طور پر پردۂ غیبت میں چلے گئے ایک مناسب مدت تک کے لئے جسے مشیت خداوندی منتخب کرے گی اس وقت وہ ظہور فرمائیں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے ساتھ ہی دنیا میں حکومت عدل ونظام الٰہی قائم ہوجائے گا اور اسلام کی حقیقی تعلیمات مکمل رائج ہوجائیں گی۔

ممکن ہے یہ سوال پیدا ہو کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی کی اتنی طویل عمر ہو؟ جواب یہ ہے کہ ائمہ ایسے انسان ہیں جو خداوند عالم کے خصوصی فیض وعنایت کے حامل ہیں۔ درآں حالیکہ وہ انسان ہیں خصوصی قوت واختیارات کے مالک بھی ہیں اور روحانی بلندی کے لحاظ سے معنوی رتبہ کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہیں، اگر ان مقدس ہستیوں میں سے کوئی عام انسانوں کے برخلاف زمان ومکان کی قید سے خدائے بزرگ کی خاص عنایت کہ وجہ سے آزاد ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم خداوند تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت اور روحانیت پر اعتقاد رکھیں تو ہمارے لئے اس حقیقت کا درک چنداں مشکل نہیں کہ ائمہ میں سے کوئی صدیوں تک موت سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ خداوند قدوس جو موت وزیست کے قانون کا بانی ہے بلاشک کسی کی حیات کو معمول سے زیادہ اپنی مشیت کے مطابق طویل کردینے پر بھی قادر ہے۔ کسی مسلمان کے لئے بالخصوص اس امر میں کسی شک یا تردید کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ قرآن کی رو سے ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ آج بھی زندہ ہیں اور حضرت نوحؑ نے سینکڑوں سال کی عمر پائی۔

دوران غیبت میں امام کون سا کردار ادا کررہے ہیں؟

ممکن ہے سوال پیدا ہو کہ امام دور غیبت میں کون سا کردار ادا کررہے ہیں یا کیا ان کی امامت بے کار اور لاحاصل ہے؟ یہ شبہ امامت کی حقیقت اور فرائض اسلام سے ناواقفیت کی پیداوار ہے جیسا کہ بار بار بتایا گیا ہے کہ امام

صرف سیاسی، اجتماعی اور فکری رہبری کے فرائض انجام نہیں دیتا بلکہ اہم معنوی، باطنی اور روحانی فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ امام دنیا والوں کے لئے فیضان الٰہی کا ایک وسیلہ ہے جو لوگ انسانی اور معنوی ارتقاء کی راہوں پر گام فرسا ہوتے ہیں امام ان روحوں کی رہبری کرتا ہے۔ امام کے فرائض محض اجتماعی اور مادی ہی نہیں ہیں بلکہ باطنی اور روحانی بھی ہیں۔ امام صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ روح سے بھی رابطہ رکھتا ہے اور مومنوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ امام کے اس ماورائی اور باطنی پہلو کو اگر مدنظر رکھا جائے تو اس کے ذریعہ ہم غیبت کے زمانے میں امام کے کردار کو سمجھ سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی باطنی رہبری اور ہدایت کی طرف اشارہ موجود ہے اور الیاسؑ وخضرؑ جیسے انبیاء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو باطنی طور پر لوگوں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ امام آفاق باطن میں بھی موجود ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بھی کہا جا چکا ہے کہ امام دنیا والوں کے لئے عنایت وفیضان ربانی کا وسیلہ ہے۔ خدا نے انسان کو اپنے فن تخلیق کے شاہکار کی حیثیت سے پیدا کیا ہے جس میں بعض ملکوتی صفات بھی موجود ہیں۔ ''**خلق اللہ آدم علی صورته**'' لیکن صرف ان انسانون میں جو پیغمبر اور ائمہ ہیں اپنی عظمت تخلیق کے ہر رخ، ہر پہلو اور ہر خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح ائمہ خالق کی خلاقیت کی عظمت کا مجسمہ ہوتے ہیں، جس طرح ایک مصور تمام نقش اپنا شاہکار بنانے کے لئے کھینچتا ہے اسی طرح خالق کائنات نے بھی زمین وآسمان ان ہی مقدس ہستیوں کے لئے خلق کئے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: ''**لولاک لما خلقت الافلاک**'' یعنی ''اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں یہ زمین وآسمان پیدا نہ کرتا۔'' ایسی صورت میں تمام ائمہ بھی اسی ''حقیقت محمدی'' سے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ''**اولنا محمد واوسطنا محمد واٰخرنا محمد**۔'' اس رو سے سارے ائمہ حدیث قدسی کے اس جملہ کے مصداق ہیں۔

اس لئے ہر دور اور ہر زمانہ میں ہستی کی بقا کا سبب اور فیض خداوندی کے انسانوں تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔

امام پردۂ غیبت میں وہ خورشید ہیں کہ جس کے گرد زمین، چاند اور ستارے گردش کر رہے ہیں، دانستہ یا نادانستہ تمام موجودات امام کی ذات سے نور ہدایت کا اکتساب کرتے ہیں، اسی وجہ سے امام رضاؑ کی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ: ''**الامام کالشمس الطالعة المجللة بنورها العالم وهو بالافق حیث لا ینالہ الابصار ولا الایدی**۔'' یعنی ''امام مثل خورشید کے درخشاں ہے کہ تمام جہاں کو منور کرتا ہے اور وہ ان آفاق پر جلوہ گر ہے جہاں نہ نظر اسے پا سکتی ہے نہ حواس خمسہ اسے چھو سکتے ہیں۔

فلسفۂ غیبت

مہدویت کے نظریۂ کی بنیاد کیا ہے؟ اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم فلسفۂ تاریخ اور ہستی کے متعلق اسلامی نکتۂ نظر سے آشنا ہوں۔ تاریخ کی ترقی پذیری اور دنیا میں انسانی زندگی کی آزمائشی کیفیت اور انسان کے انتخاب اور آزاد ارادہ کے مالک ہونے کے اسلامی نکتۂ نظر کی روشنی میں

ہم انبیاء کی بعثت کی ضرورت، ختم نبوت کا راز اور بارہ اماموں کے تعین کے اسباب اور حضرت مہدیؑ کی غیبت اور دوبارہ ظہور کے فلسفہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسلامی نکتہ نظر سے خدا نے انسان کو ایسے موجود کے طور پر بنایا ہے جو اشرف المخلوقات اور ''ارادہ''، ''تعقل''، ''ایمان'' اور ''اشراق'' یعنی الہام کا مالک ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو ''ارادہ'' کی آزادی اور انتخاب کی توانائی سے نوازا ہے۔ جو ایک طرف تو خدا کی عظیم عنایت ہیں مگر دوسری طرف ایسی بڑی ذمہ داری دی جسے قبول کرنے سے پہاڑوں، زمین اور آسمان نے انکار کر دیا تھا۔ اگر ارادہ کی آزادی اور انتخاب کی توانائی نہ ہو تو انسان جانور اور چوپایوں سے بھی نیچے گر جائے۔

مگر انتخاب اس وقت کار آمد ہوتا ہے جب راہ راست واضح ہوتی ہے۔ خداوند عالم نے جس کی عنایت اس کے وجود کا لازمہ ہے ''نبوت'' کا سلسلہ اسی مقصد کے حصول کے لئے نیز انسان کی سعادت اور نجات کے ذرائع فراہم کرنے کے لئے ہی قائم کیا۔ انسان کی روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ یکے بعد دیگرے پیغمبران مبعوث ہوئے اور مختلف حقائق کے چہرے بے نقاب کئے یہاں تک کہ حضرت محمدؐ کی بعثت اور نزول قرآن کے ساتھ ہی ''حقیقت'' اور ''پیغام'' مکمل طور پر بندوں تک پہنچ گئے، دین کی تکمیل ہوگئی، اس کے ارکان اور اصلی خطوط متعین ہوگئے۔ چونکہ ''پیغام'' پہنچانے کا کام مکمل ہو چکا تھا لہٰذا حضرت محمدؐ کے ساتھ ہی بعثت انبیاء کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اور حضرت خاتم الانبیاء کی رسالت ہر زمانے کے لئے لازمی طور پر قابل اتباع ہوگئی اور اس کے بعد سے قیامت تک تمام انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی پیروی کریں۔

اس کے بعد شرح و تفسیر اور اجرا و نفاذ کا مرحلہ سامنے آتا ہے قرآن میں ''پیام'' یکجا پہنچ گیا مگر عام انسانوں کے لئے کلام الٰہی کے رموز کا عرفان ممکن نہ تھا لہٰذا ضرورت تھی ایسے خدائی افراد کی جو ایک طرف تو حدیثوں کے ذریعہ پیام قرآنی کے تمام گوشوں اور باریکیوں کی تفسیر و تشریح اور سیرت پیغمبر کی تفصیل پیش کریں دوسری طرف عملی طور پر درس دیں کہ مختلف حالات میں انسان کس طرح کی حکمت عملی اختیار کرے۔ اس کے علاوہ قرآن کے ساتھ ساتھ ضرورت تھی کہ کچھ ایسے افراد ہوں جو انسانوں کے لئے ''اسوۂ جاوید'' اور عملی نمونہ ہوں، اس وجہ سے خدا نے ''امامت'' کا سلسلہ قائم کیا۔

لیکن انسانوں کی تربیت (نبوت عامہ) اور خدائی ''پیام'' پورے طور پر پہنچ جانے کے بعد (نبوت خاصہ) جب معلمان الٰہی اور رہبروں نے اس کی تشریح کر دی (منصب امامت) تو مشیت خداوندی کا رُخ اس طرف ہوا کہ ایک امام کو پردۂ غیبت میں روپوش کر دے تا کہ پیغمبروں اور سابقہ اماموں کی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنی عقل کی مدد اور فکری توانائی کے ذریعہ اپنے اجتہاد کو صحیح طور پر پورا کریں۔ غیبت کے بعد کا دور ''اجتہاد'' کا دور ہے۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے علم اور اپنی عقل کا صحیح استعمال کریں تا کہ وحی اور سیرت پیغمبر و ائمہ کی شمع ہدایت اور مشعل رہبری سے اپنے مسائل کے حل کے سلسلہ میں فائدہ حاصل کریں۔ بالآخر مشیت الٰہی دوبارہ امام کو پردۂ غیبت سے ظاہر کرے

گی تا کہ دنیا میں نظریاتی معاشرہ اور مثالی نظام قائم ہو۔ انسان دور غیبت میں ایک امتحانی اور آزمائشی مرحلہ سے دوچار ہے، اس کے بعد خدائی معلم دوبارہ ظاہر ہوگا اور صحیح کو غلط سے اور حق کو باطل سے الگ کردے گا۔

ہم اس ہدایت کے پورے خدائی انتظام کو ایک اسکول سے تشبیہ دے سکتے ہیں، گویا پہلے مختلف درجوں کی تعلیم مکمل کرائی گئی (بعثت انبیاء) اور تحریری رہنمائی بھیجی گئی (وحی) آخری درجہ کی نظریاتی تکمیل شریعت کی تکمیل کی صورت میں کی گئی (پیغمبرؐ اسلام کی بعثت) پھر گیارہ اماموں نے اس تعلیم کو عملی طور پر برت کر دکھایا۔ (امامت کا دور) اس کے بعد معلم کو غیبت کے پردے میں چھپا لیا گیا اور طالب علموں کو چھوڑ دیا گیا کہ عقل وخرد اور استعداد کے بل بوتے پر امتحان دیں (غیبت کا زمانہ) اس کے بعد معلم دوبارہ ظاہر ہوں گے اور صحیح جواب کی عملی طور پر نشان دہی فرمائیں گے (ظہور) اس تشبیہ کے ذریعہ ہم غیبت کے فلسفہ کو تھوڑا سا سمجھ سکتے ہیں۔ ☆☆☆

بقیہ حسینیت ہی مرکز انسانیت بن سکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ ابتدائی اور اخلاقی ایثار وقربانی ہے۔ دنیا بھر کی قوتیں جمع ہوں، عالم بھر کے مدبر ومفکر جمع ہوں، اس قرآنی فلسفہ کے خلاف ہرگز بہبودی وامن کی زندگی حاصل نہیں کرسکتے۔ امن واتحاد کی غرض سے کچھ نہ کچھ صلح وآشتی اسی وقت ہوتی ہے جب ایک نے کچھ دوسرے کو دیا ہے۔ سلطنتی معاہدات کو دیکھ لو، اپنے نجی کشمکشوں میں روزانہ کی دیکھ، نزاعیں جھگڑے تو اسی وقت مٹے جب غم خوری کی اور فریق ثانی کو بھی دیا ہے۔ اور جن قوموں کو اپنی محبوب ترین چیزوں کے غیروں کو دے دینے کی عادت ہوگئی ان کا کیا پوچھنا! ان سے کسی جھگڑے اور نزاع کا ہونا، ظلم کے سوا اور بے قصوروں کو ستانے کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ تاریخ عالم ایسے کمینہ پن پر کبھی تائید نہ کرے گی اور انفاق وخیرات کردینے والے کے واسطے تاریخ عالم کی پہلی صف قرار پائے گی۔ یہی تو امام حسینؑ کی خاندانی خصوصیت ہے جو صغرسنی سے ایثار وقربانی کے پتلا تھے۔ کم سنی میں روزے پر روزہ تین روز رکھنا، اس صورت میں کہ ابھی بیماری سے اٹھے ہیں اور سامنے کھانا برابر تین روز تک یتیم واسیر ومسکین کو اٹھا دینا اور پانی پی کر سو رہنا، یہ حسینؑ ہی کا کام تھا۔ بخشش وعطا اس گھرانے سے زائد کسی کو تاریخوں کو دیکھ لو۔ ہر انسان کے واسطے اس کا وطن، جان ومال، اولاد، عزت، محبوب ترین چیزیں ہیں۔ امام حسینؑ نے مذکورہ ہر شے کو حفاظت دین واخلاق وانسانیت کے لئے جس بے باکی سے دے دیا وہ تاریخ کا یادگار واقعہ ہے اور عالم کو قربانی کا صحیح سبق تعلیم کرایا۔ اب بھی اقوام عالم انسانیت سے کام لیں اور ایک دوسرے کے واسطے کچھ ایثار وقربانی کریں تو دنیا کو خوشحالی وامن نصیب ہوسکتا ہے اور یہ جبھی ہوسکتا ہے جب کہ حسینیت کو مرکز اتحاد بنایا جائے۔!! ☆☆☆